تذکرۃ المشاہیر

مولانا محمد شفیق مدنی
اُستاذِ حدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ

امام ترمذیؒ اور ان کی الجامع

نام ونسب

امام ترمذیؒ کا نام محمد، کنیت ابوعیسیٰ اور والد کا نام عیسیٰ ہے۔ پورا سلسلۂ نسب یوں ہے: ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک ضریر اور نسبت کے اعتبار سے سلمی، بوغی اور ترمذی کہلاتے ہیں جیسا کہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں بیان کیا ہے۔

آخر عمر میں نابینا ہونے کی وجہ سے ضریر اور قبیلہ بنوسلیم سے تعلق رکھنے کی وجہ سے سُلمي کہلائے۔جبکہ بوغی قریہ بوغ کی جانب نسبت ہے جو ترمذ سے ۱۸ میل کی مسافت پرواقع ہے۔ بعض روایات کے مطابق امام ترمذیؒ اسی بستی میں مدفون ہیں۔علامہ سمعانیؒ نے اپنی کتاب الأنساب میں اور حافظ ابویعلیٰؒ نے ان کے نسب نامہ میں موسیٰ کی بجائے شداد ذکر کیا ہے۔امام ترمذیؒ کے دادا مروزی الاصل تھے ۔لیث بن یسارؒ کے زمانہ میں شہر ترمذ میں منتقل ہوئے اور پھر وہیں اقامت گزیں ہوگئے ۔

سن پیدائش اور لفظ تِرمذ کی تحقیق

امام ترمذیؒ ۲۰۹ھ میں تِرمذ مقام میں پیدا ہوئے۔ حافظ ابن اثیرؒ نے جامع الأصول میں تاریخ پیدائش ۲۰۰ھ لکھی ہے۔ترمذ ایک قدیم شہر ہے جو نہر بلخ کے ساحل پر واقع ہے، اسے جیحون بھی کہا جاتا ہے۔لفظ ماوراء النهر میں بھی نہر سے اکثر یہی نہر بلخ مراد لی گئی ہے۔کسی زمانہ میں یہ شہر نہایت مشہور تھا لیکن چنگیز خاں کے ہنگامہ میں تباہ و برباد ہوکر صرف ایک قصبہ رہ گیا ہے۔علامہ سمعانیؒ فرماتے ہیں کہ

> ''لفظ ترمذ کے تلفظ میں اختلاف ہے، اسے 'ت' کی تینوں حرکتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ اس شہر کے باسی اسے تَرْمِذْ بولتے ہیں۔جبکہ قدیم زمانہ میں یہ تِرْمِذْ کے نام سے معروف تھا۔ جب کہ بعض اہل علم وتحقیق اسے تُرْمُذْ بھی پڑھتے ہیں اور ہر ایک نے اپنے دعوے کی

www.KitaboSunnat.com

معنوی توجیہ پیش کی ہے۔اور ابن دقیق العید نے کہا ہے کہ تِرْمِذْ ہی زیادہ مشہور ہے بلکہ یہ خبرمتواتر کی طرح یقینی ہے۔''

تحصیل علم اور رحلات

امام ترمذیؒ جس دور میں پیدا ہوئے، اس زمانہ میں علم حدیث درجہ شہرت کو پہنچ چکا تھا بالخصوص خراسان اور ماوراء النہر کے علاقے اس فن میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے اور وہاں امام بخاریؒ جیسے جلیل القدر محدث کی مسندِعلم بچھ چکی تھی۔امام ترمذیؒ کو شروع میں ہی تحصیل علم حدیث کا شوق دامن گیر ہوگیا تھا چنانچہ آپ نے علوم وفنون کے مرکز ترمذ میں ابتدائی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے بعد طلبِ حدیث کے لئے مختلف شہروں، علاقوں اور ملکوں کا سفر کیا اور بصرہ، کوفہ، واسط، بخارا، رَے، خراسان اور حجاز میں برسوں قیام پذیر رہے۔

حافظ ابن حجرعسقلانی تھذیب التھذیب میں فرماتے ہیں:

''طاف البلاد وسمع خلقا من الخراسانيين والعراقيين والحجازيين''

''امام ترمذیؒ نے بہت سے شہروں کا سفر کیا اورخراسان، عراق اور حجاز کے بہت سے علما سے حدیث کا سماع کیا۔''

معلوم ہوتا ہے کہ امام ترمذیؒ مصر اور شام نہیں گئے کیونکہ اُن شیوخ سے آپ بالواسطہ روایت کرتے ہیں۔اور غالبًا بغداد بھی نہیں گئے کیونکہ وہاں جاتے تو امام احمد بن حنبلؒ سے ضرور ملاقات وسماع حدیث کرتے لیکن ان سے ان کا سماع ثابت نہیں، کیونکہ خطیبؒ بغدادی نے تاریخ بغداد میں اور امام ذہبی نے سیر أعلام النبلاء میں اس سماع کا ذکر تک نہیں کیا۔

تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ امام ترمذیؒ نے ۲۳۵ھ میں تحصیل علم کے لئے سفر کا آغاز کیا ہے جب ان کی عمر ۲۵ یا ۲۶ سال تھی کیونکہ اس سے پہلے جو شیوخ فوت ہوگئے تھے، امام ترمذیؒ نے ان سے بالواسطہ روایت کی ہے جیسے علی بن مدینی (ف۲۳۴ھ)، محمد بن عبداللہ بن عمیر کوفی (ف۲۳۴) اور ابراہیم بن منذر (ف۲۳۶/۲۳۵ھ) وغیرہ۔جبکہ امام ترمذیؒ کے سب سے پہلے شیوخ محمد بن عمرو سواق بلخی (ف۲۳۶ھ)، محمود بن غیلان مروزی (ف۲۳۹ھ)، قتیبہ بن سعید (ف۲۴۰ھ) اور اسحٰق بن راہویہ (ف۲۳۸ھ) نظر آتے ہیں۔

شیوخ واساتذہ: امام ترمذیؒ کے شیوخ کی مفصل فہرست امام ذہبیؒ نے سیر أعلام

النبلاء میں اور امام مزیؒ نے تهذيب الكمال میں ذکر کی ہے اور ان شیوخ میں کچھ وہ بھی ہیں جن سے ائمہ صحاحِ ستہ نے روایت کی ہے جیسے

ابوبکر محمد بن بشار (م ۲۵۲ھ) ابوعیسیٰ محمد بن مثنیٰ (م ۲۵۲ھ) زیاد بن یحییٰ حملانی (م ۲۵۴ھ)
محمد بن معمر القیسی (م ۲۵۶ھ) نصر بن علی جہضمی (م ۲۵۰ھ) اور
ابوالعباس عبدالعظیم عنبری (م ۲۴۶ھ) ابوسعید عبداللہ بن سعید کندی (م ۲۵۷ھ)
ابوحفص عمرو بن علی الفلاس (م ۲۴۹ھ) یعقوب بن ابراہیم الدورقی (م ۲۵۲ھ)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے شیوخ ہیں جن سے امام ترمذیؒ نے شرفِ تلمذ حاصل کیا ہے اور اپنی جامع میں ان سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ان میں سے چند مشہور اساتذہ کے نام یہ ہیں: محمد بن عبدالعزیز مروزی (م ۲۴۱ھ)، ابوبکر محمد بن علاء (م ۲۴۸ھ)، ابواسحٰق ابراہیم بن عبدالرحمٰن الہروی، ابومحمد اسماعیل بن موسیٰ فزاری، محمد بن اسماعیل بخاریؒ، مسلم بن حجاجؒ، علی بن حجر مروزیؒ، ہناد بن سریؒ، امام ابوداودؒ، ابومصعب زہریؒ، ابراہیم بن عبداللہ ہرویؒ، اسماعیل بن موسیٰ سدیؒ، سوید بن نصر مروزیؒ، محمد بن عبدالمالک بن ابی الشواربؒ، عبداللہ بن معاویہ جمحیؒ، محمد بن بشارؒ، ابواسحٰق ابراہیم بن سعید جوہریؒ، بشر بن آدمؒ، جارود بن معاذؒ، رجاء بن محمدؒ، زیاد بن ایوبؒ، سعید بن عبدالرحمٰنؒ، صالح بن عبداللہ بن ذکوانؒ، عباس بن عبدالعظیمؒ، فضل بن سہلؒ، محمد بن ابان مستملیؒ، نصر بن علیؒ، ہارون بن عبداللہؒ، یحییٰ بن اکثمؒ، یحییٰ بن طلحہ یربوعی، یوسف بن حماد معنی اور اسحٰق بن موسیٰ خطمی وغیرہ......اور جن شیوخ سے آپ نے جامع میں حدیثیں بیان کی ہیں، ان کی کل تعداد تقریباً ۲۰۶ ہے۔

امام ترمذیؒ اور علم حدیث

امام ترمذیؒ کو علوم حدیث میں بہت رسوخ حاصل تھا۔اس کا سبب کبار ائمہ اور ماہر اہل علم سے کسبِ فیض تھا۔آپ نے مذکورہ بالا شیوخ سے استفادہ کرنے کے علاوہ علل حدیث، رجال اور فنونِ حدیث میں امام دارمی اور ابوزرعہ رازی سے بھی استفادہ کیا ہے اور خاص کر حدیث کے علوم وفنون اور فقہ الحدیث میں آپ کے اصل مربی امام بخاریؒ ہیں اور ان کی تربیت کا عکس امام ترمذیؒ کی جامع میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ”تفقه في الحديث بالبخاري“

اور مقدمة الجامع میں شیخ احمد شاکر لکھتے ہیں:

www.KitaboSunnat.com

" الترمذي تلميذ البخاري وخريجه وعنه أخذ الحديث وتفقه به ومرَّن بين يديه وسأله واستفاد به"

اور امام ترمذی نے اپنی کتاب العلل میں خود بھی اعتراف کیا ہے کہ ''میں نے اپنی جامع میں علل وتاریخ کا زیادہ حصہ محمد بن اسمٰعیل سے حاصل کیا ہے اور میں نے عراق اور خراسان میں امام بخاری سے زیادہ علل، تاریخ اور اسانید کا علم رکھنے والا کوئی اور نہیں پایا۔''

امام ترمذیؒ کا اعزاز

اگرچہ امام ترمذیؒ امام بخاری کے قابل فخر اور مایہ ناز تلامذہ میں سے ہیں، تاہم اُنہیں یہ شرف بھی حاصل ہے کہ خود استاد نے ان سے حدیث کا سماع کیا اور ان کے علم وذکاوت کا اعتراف کرتے ہوئے اُنہیں اپنے شیوخ اور اساتذہ میں شامل کرلیا۔

چنانچہ 'ابواب التفسیر' سورۃ الحشر کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لِيْنَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَائِمَةً عَلَى أُصُوْلِهَا......﴾ کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کہ '' لينة سے مراد نخلة (یعنی کھجور) ہے۔'' کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ''محمد بن اسماعیلؒ نے یہ حدیث مجھ سے سنی ہے۔''

اسی طرح امام ترمذیؒ أبواب المناقب میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی نبی ﷺ سے یہ روایت کہ يا علي لا يحل لأحد أن يجنب في هذا المسجد غيري وغيرك کو حضرت علیؓ کے مناقب میں ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

''مجھ سے یہ حدیث محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ نے سنی ہے۔''

خود امام بخاریؒ کو بھی اپنے لائق شاگرد پر ناز تھا، چنانچہ آپؒ نے امام ترمذیؒ کے سامنے اس امر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا تھا: "انتفعتُ بك أكثر مما انتفعتَ بي"

''جو علمی استفادہ میں نے آپ سے کیا ہے، وہ آپ مجھ سے نہیں کر پائے۔''

امام ترمذیؒ کی فقاہت

امام ترمذیؒ ایک محدث ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے فقیہ بھی تھے اور مذاہبِ علما سے بھی خوب واقف تھے، آپ نے فقہ الحدیث امام بخاری جیسے حاذق محدث سے حاصل کی اور فقہ اہل الرائے اس وقت کے مشہور فقیہ الرازی سے اور فقہ مالکی اسحٰق بن موسیٰ انصاری اور

ابومصعب زہری سے اخذ کی جب کہ امام شافعی کا مذہبِ قدیم حسن بن محمد زعفرانی اور قولِ جدید ربیع بن سلیمان سے حاصل کیا، اسی طرح امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ اور دیگر بہت سے علما کے اقوال و مذاہب کو خوب سلیقہ سے اپنی جامع میں سمو دیا۔آپ کی جامع آپ کے تفقہ فی الحدیث اور مذاہب پر اطلاع کی بہت بڑی دلیل ہے۔ ہر باب میں علما کے اقوال پیش کر کے ان میں سے ایک کو ترجیح دیتے ہیں جس سے قاری کا یہ تاثر بنتا ہے کہ آپ فقہ و حدیث کے بہت بڑے امام تھے۔

امام ترمذی کے مشہور اساتذہ

امام ترمذیؒ طلبِ علم میں محنت، حدیث وفقہ میں علمی رسوخ اور دیگر گوناگوں صفات کی وجہ سے مرجع خلائق بن گئے تھے۔متلاشیانِ علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے ان کے حلقہ درس میں شامل ہونے لگے۔ ان کے تلامذہ میں خراسان و ترکستان کے علاوہ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں۔ چند ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں:

ابوحامد احمد بن عبداللہ مروزی، ہیثم بن کلیب شاشی، ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب محبوبی مروزی، احمد بن یوسف نسفی، ابوالحارث اسد بن حمدویہ، داؤد بن نصر بن سہیل بزدوی، عبد بن محمد بن محمود نسفی، محمود بن نمیر، محمد بن محمود، محمد بن مکی بن نوح، ابوجعفر محمد بن سفیان بن النضر، محمد بن منذر بن سعید ہروی، ابوبکر احمد بن اسمٰعیل بن عامر ثمرقندی، احمد بن علی مقری، حماد بن شاکر الورّاق، علی بن نوح نسفی مقری اور حسین بن یوسف غریزی رحمہم اللہ وغیرہ

حافظہ

اللہ تعالیٰ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کے اسباب بھی خود پیدا فرما دیتا ہے۔ امام ترمذیؒ کو جس طرح اکابر محدثین سے استفادہ کا موقع ملا، ویسے ہی انہیں خداداد قوتِ حافظہ بھی عطا کی گئی۔ حافظ ابن حجرؒ نے تهذيب التهذيب میں نقل کیا ہے کہ ابوسعید ادریسیؒ فرماتے ہیں کہ

''امام ترمذیؒ ان ائمہ میں سے ایک ہیں جو علم حدیث میں مرجع الخلائق تھے، آپ نے اپنی مشہور کتاب جامع، تاریخ اور علل کو ایک پختہ ماہر، عالم کی طرح تصنیف کیا ہے۔''

آپ کی قوتِ حافظہ ضربُ المثل تھی۔ ان کا ایک حیرت انگیز واقعہ رجال کی سب کتابوں

www.KitaboSunnat.com

میں موجود ہے کہ

''اُنہوں نے ایک شیخ سے دو جز کے بقدر حدیثیں سنیں اور قلم بند کرلیں، لیکن ابھی تک شیخ کو پڑھ کر سنانے اور ان کی تصحیح کرنے کا موقع نہ ملا تھا۔ ایک روز حسن اتفاق سے مکہ مکرمہ کے راستے میں ان سے ملاقات ہوگئی تو امام ترمذیؒ نے اس موقع کو غنیمت جان کر شیخ سے قراءۃ کی درخواست کی، اُنہوں نے منظور کرلی اور کہا: اجزا نکال لو، میں پڑھتا ہوں تم مقابلہ کرتے جاؤ۔ ترمذیؒ نے اجزا تلاش کئے مگر وہ ساتھ نہ تھے۔ بہت گھبرائے لیکن اس وقت ان کی سمجھ میں اس کے سوا اور کچھ نہ آیا کہ سادہ کاغذ کے دو اجزا ہاتھ میں لئے اور متوجہ ہوکر بیٹھ گئے۔ شیخ نے قراءت شروع کی اور اتفاق سے ان کی نظر کاغذ پر پڑ گئی تو دیکھا کہ شاگرد سادہ اور سفید کاغذ پر نظریں گھما رہا ہے۔ شیخ غصہ میں آگئے اور فرمایا: مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ ترمذیؒ نے اصل واقعہ بیان کیا اور کہا: اگرچہ وہ اجزا میرے پاس نہیں ہیں لیکن لکھے ہوؤں سے زیادہ محفوظ ہیں۔ شیخ نے فرمایا: اچھا پھر سناؤ۔ امام ترمذیؒ نے وہ تمام حدیثیں فرفر سنادیں۔ شیخ کو خیال ہوا کہ شاید ان کو پہلے سے یاد تھیں، اس لئے فرفر سنا گئے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے عرض کیا کہ آپ ان کے علاوہ کوئی دوسری احادیث پڑھ کر سنائیں اور امتحان لے لیں۔ شیخ نے اپنی خاص چالیس حدیثیں اور پڑھیں۔ امام ترمذیؒ نے وہ تمام احادیث بھی من وعن دہرا دیں۔ تب شیخ کو ان کے قوتِ حافظہ کا یقین ہوگیا اور نہایت تعجب سے فرمایا: ''میں نے (قوتِ حافظہ) میں تجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔''

امام ترمذیؒ کے بارے میں حافظ ذہبیؒ میزان الاعتدال میں فرماتے ہیں کہ

''وہ بہت بڑے حافظ، ثقہ اور مسلمہ امام ہیں۔''

اور ابن حبانؒ کتاب الثقات میں فرماتے ہیں:

"كان أبو عيسىٰ ممّن جمع وصنّف وحفظ وذكر"

''امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے (احادیث) کو جمع کیا، اُنہیں لکھا، اپنے ذہن میں محفوظ کیا اور آگے بیان کیا۔''

زہد وتقویٰ

امام ترمذیؒ زہد و ورع اور خوف خدا میں یکتائے روزگار تھے۔ جیسا کہ محدثین کرام کی یہ امتیازی شان ہے کہ وہ بلند اخلاق سے آراستہ اور بہترین صفات کے حامل تھے۔ باقاعدگی

www.KitaboSunnat.com

سے قرآنِ مجید کی تلاوت، تہجد اور شب زندہ داری ان کی زندگی کا جزوِ لا ینفک تھے۔ سنت کے سچے دل سے خدمت گزار اور اس پر عامل تھے۔ حسد، بغض، چغلی اور غیبت کو کبیرہ اور قبیح ترین گناہ سمجھتے تھے۔ امام ترمذیؒ کے دل میں خوفِ الٰہی کا یہ عالم تھا کہ بکثرت روتے رہتے جس کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی ضائع ہوگئی۔ اگرچہ بعض کہتے ہیں کہ وہ پیدائشی نابینا تھے لیکن صحیح بات یہی ہے کہ وہ آخری عمر میں بکثرت رونے سے نابینا ہوگئے تھے۔ جیسا کہ امام حاکمؒ نے عمر بن علکؒ سے نقل کیا ہے کہ

''امام بخاریؒ کے انتقال کے بعد خراسان میں علم و حفظ اور زہد وتقویٰ میں ابوعیسیٰ ترمذیؒ جیسا کوئی نہیں تھا۔ وہ اس قدر روتے کہ آنکھوں کی بصارت سے محروم ہوگئے اور سال ہا سال اسی طرح نابینا ہی زندگی گزار دی۔''

امام ابن حزمؒ کا مغالطہ اور اس کا ردّ

یہ بات باعثِ تعجب ہے کہ امام ابن حزمؒ امام ترمذیؒ سے واقف نہیں تھے اور ان کے بارے میں یہ کہہ دیا کہ وہ مجہول ہیں۔ محقق علماے حدیث نے ان کی اس بات کی تردید کی ہے چنانچہ حافظ ذہبیؒ میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

''ابوعیسیٰ ترمذیؒ صاحب الجامع، بلند پایہ حافظ، ثقہ اور مجمع علیہ شخصیت ہیں۔ ان کے متعلق ابومحمد ابن حزمؒ کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا، جو اُنہوں نے کتاب الاتصال کے باب الفرائض میں بیان کیا ہے کہ ترمذیؒ مجہول ہیں۔ حیرت ہے کہ امام ترمذیؒ کو ان کی جامع اور کتاب العلل کے ہوتے ہوئے بھی نہ پہچان سکے۔''

اور سير أعلام النبلاء میں فرماتے ہیں کہ ''امام ابن حزمؒ نے جہاں صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن حبان، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی جیسی اہم اور بڑی بڑی کتابوں کا ذکر کیا ہے وہاں سنن ابن ماجہ اور جامع ترمذی کا تذکرہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان دونوں کتابوں کو اپنی زندگی میں دیکھ نہیں سکے کیونکہ یہ اندلس میں ان کی وفات کے بعد داخل ہوئیں۔

تهذيب التهذيب میں الخليلي کا قول ہے کہ

''امام ترمذیؒ ثقہ اور متفق علیہ شخصیت ہیں۔ باقی رہا ان کے بارے میں ابومحمد ابن حزمؒ کا قول تو اُنہوں نے امام ترمذیؒ کے حالات سے عدمِ واقفیت کا اعتراف کیا ہے چنانچہ اپنی کتاب الاتصال کے باب الفرائض میں لکھتے ہیں کہ ''محمد بن عیسیٰ بن سورة مجہول ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

لیکن یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ شاید امام ابن حزمؒ کو امام ترمذیؒ اور ان کے حفظ وضبط اور ان کی تصانیف کا علم نہ ہوسکا ہو،اس لیے اُنہوں نے مجہول کہہ دیا ہے، کیونکہ اُنہوں نے نقد وجرح میں سخت ہونے کی بنا پر اس وصف کا اطلاق امام ترمذی کے علاوہ ابوالقاسم بغوی، اسماعیل بن محمد الصغار اور ابوالعباس اصم وغیرہ بہت سے حفاظ اور ثقات ائمہ پر بھی کیا ہے جو اپنے علم وفضل اور فقہی مقام میں بہت مشہور تھے۔

اس طرح حافظ ابن فرضی اندلسی نے امام ترمذیؒ کا ذکر اپنی کتاب المؤتلف والمختلف میں کیا ہے اور ان کی قدرومنزلت کی بھی نشاندہی کی ہے،اس کے باوجود ابن حزمؒ کا ان کے متعلق لاعلمی کا اظہار کرنا باعثِ حیرت ہے،اس لیے علما نے امام ترمذی پر ابن حزمؒ کی جرح کو شذوذ پر محمول کیا ہے،کیونکہ یہ ان کے مقام اور علم وفضل سے عدمِ واقفیت پر مبنی ہے جب کہ ائمہ کبار نے آپ کی توثیق کی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر تہذیب اور تقریب میں فرماتے ہیں کہ ''امام ترمذیؒ ایک ثقہ، حافظ ماہر اور مشہور امام ہیں جو طلبِ علم کے لیے عراق، خراسان، حجاز اور دیگر بے شمار شہروں کی خاک چھانتے پھرے۔'' ابن حجرؒ کی اس بات کی تائید ابن اثیر، حافظ عراقی ،حافظ ابویعلی اور امام مزی جیسے مشہور ائمہ کے کلام سے بھی ہوتی ہے۔

امام ترمذیؒ کی کنیت پر اعتراض

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امام ترمذیؒ کا نام محمد اور کنیت ابوعیسیٰ تھی ۔ وہ اپنے نام کی بجائے کنیت کو اختیار کرتے تھے اور اپنے آپ کو ابوعیسیٰ سے تعبیر کرتے،لیکن بعض علما نے ابوعیسیٰ کنیت رکھنے کو ناپسند کیا ہے کیونکہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں یہ باب باندھا ہے:

"باب مایکره للرجل أن یکتنیٰ لأبي عیسٰی" حدثنا الفضل بن دکین عن موسیٰ بن علی عن أبیه أن رجلاً اکتنی بأبي عیسیٰ فقال رسول اللهﷺ: إن عیسیٰ لا أب له"

اسی طرح ایک اور روایت زید بن أسلم عن أبیه کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ''حضرت عمرؓ کے ایک بیٹے نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ رکھی تو اُنہوں نے اسے سزا دی اور فرمایا: عیسیٰؑ کا تو باپ ہی نہیں تھا۔''

اعتراض کا جواب: بعض علما نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی پہلی روایت تو مرسل ہے اور دوسری حضرت عمر پر موقوف ہے، لہٰذا یہ دونوں روایات ابوعیسیٰ کنیت

رکھنے کی ممانعت پر دلیل نہیں بن سکتیں اور اگر بفرضِ محال ابن ابی شیبہ کی روایت کو مرفوع تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس سے ابوعیسیٰ کنیت رکھنے کی کوئی ممانعت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس میں ایک امر واقع کا بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ کا باپ نہیں تھا اور یہ بات رسول اللہ ﷺ نے بطورِ مزاح کہی تھی جیسا کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سواری مانگی تو آپ ؐ نے فرمایا: میں تجھے سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دے سکتا ہوں۔ وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔''

اسی طرح ابوعیسیٰ کنیت رکھنے کی تائید سنن ابوداؤد کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے۔ امام ابوداود نے کتاب الادب میں ان الفاظ میں باب قائم کیا ہے: "باب من يتكنى بأبي عيسى "اور اس میں یہ ذکر ہے کہ عمر بن خطابؓ نے اپنے بیٹے کو ابوعیسیٰ کنیت رکھنے پر مارا، اور مغیرہ بن شعبہ نے بھی ابوعیسیٰ کنیت رکھی ہوئی تھی تو حضرت عمرؓ ان کو کہنے لگے کہ تجھے ابوعبداللہ کنیت کفایت نہیں کرتی تو حضرت مغیرہ نے جواب دیا کہ میری یہ کنیت رسول اللہ ﷺ نے خود رکھی تھی تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف کردیے گئے ہیں۔ان کا اشارہ اللہ کے اس فرمان کی طرف تھا ﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ﴾ اور ہم تو اپنے جیسے عام لوگوں میں شامل ہیں جن کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ مغیرہ بن شعبہؓ نے اپنی کنیت ابوعبداللہ رکھی اور اس پر ہی قائم رہے حتیٰ کہ فوت ہوگئے۔ اسی طرح الإصابة میں ابن حجر رقم طراز ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس آنے کی اجازت مانگی اور کہا میں ابوعیسیٰ ہوں حضرت عمرؓ کہنے لگے: ابوعیسیٰ کون؟ حضرت مغیرہ نے جواب دیا مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت عمرؓ نے فرمایا: کیا عیسیٰ کا باپ تھا؟

بعض صحابہؓ نے حضرت مغیرہ کے حق میں گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابوعیسیٰ رکھی تھی تو حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ رسول اللہ ﷺ کو تو اللہ تعالیٰ نے معاف کردیا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ہمارے ساتھ کیا کیا جائے گا اور آپؓ نے حضرت مغیرہ کی کنیت ابوعبداللہ رکھ دی۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ ابوعیسیٰ کنیت رکھنے کی ممانعت کے بارے میں کوئی مرفوع، متصل، صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے بلکہ مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری کنیت ابوعیسیٰ رکھی اور ان کی اس بات پر بعض صحابہؓ نے بھی گواہی دی جو کہ ابوعیسیٰ کنیت کے جواز پر ایک صریح دلیل ہے۔ باقی رہا حضرت عمرؓ کا قول تو یہ مرفوع حدیث کے حکم میں نہیں

www.KitaboSunnat.com

ہے، کیونکہ یہ حدیث کے الفاظ ''إن عیسی لا أب له'' سے ان کا اپنا فہم اور اجتہاد ہے۔

'صاحب الجامع' ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی

علامہ شاہ عبدالعزیز بستان المحدثین میں فرماتے ہیں کہ

''نوادر الأصول کے مصنف حکیم ترمذی، جامع الترمذی کے مصنف ابوعیسیٰ ترمذی کے سوا اور شخصیت ہیں کیونکہ جامع ترمذی کا شمار صحاحِ ستہ میں ہوتا ہے جب کہ نوادر الأصول کی اکثر حدیثیں ضعیف اور غیر معتبر ہیں اور اکثر جاہل لوگ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ حکیم ترمذی ہی ابوعیسیٰ ترمذی ہیں، اس لئے وہ ضعیف حدیثوں کو بھی ابوعیسیٰ ترمذی کی طرف یہ سمجھتے ہوئے منسوب کردیتے ہیں کہ یہ حدیثیں جامع ترمذی کی ہیں۔''

امر واقع یہ ہے کہ ترمذی نام کے تین امام گزرے ہیں:

① ابوعیسیٰ ترمذی، صاحب الجامع: جو سب سے زیادہ مشہور ہیں اور مطلق ترمذی کا لفظ سنتے ہی فوراً ذہن ان کی طرف جاتا ہے۔

② ابوالحسن احمد بن حسن جو ترمذی الکبیر کے نام سے مشہور ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبی تذکرة الحفاظ میں فرماتے ہیں کہ

''ترمذی کبیر سے مراد حافظ ابوالحسن احمد بن حسن بن جنیدب ترمذی ہیں جو ایک بلند پایہ محدث تھے۔ اُنہوں نے یعلی بن عبید، ابوالنصر، عبداللہ بن موسیٰ اور سعید بن ابی مریم وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا ہے اور ان سے امام بخاریؒ، ابوعیسیٰ ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ وغیرہ نے احادیث روایت کرنے کے علاوہ علل حدیث، رجال اور علم فقہ میں بھی استفادہ کیا ہے اور ان کا تعلق احمد بن حنبلؒ کے اصحاب سے بھی ہے اور امام بخاریؒ نے ان سے اپنی صحیح کی کتاب المغازی میں احمد بن حنبل کے واسطے سے روایت کی ہے اور یہ ۲۴۰ھ کے کچھ بعد فوت ہوئے ہیں۔''

③ حکیم ترمذی: ان سے مراد ابوعبداللہ محمد بن علی بن حسن بن بشر ہیں جو حکیم ترمذی کے نام سے مشہور ہوئے۔ بڑے زاہد، حافظ، مؤذن اور کئی کتب کے مصنف ہیں۔ اُنہوں نے اپنے باپ اور قتیبہ بن سعید، حسن بن عمر بن شقیق، صالح بن عبداللہ ترمذی وغیرہ سے حدیث روایت کی ہے اور ان سے روایت کرنے والے یحییٰ بن منصور القاضی اور حسن بن علی اور علماء نیشا پور ہیں۔ نیشاپور میں ۲۸۵ھ میں آئے، کیونکہ انہیں کتاب ختم الولایة اور کتاب علل الشریعة لکھنے کے سبب ترمذ سے نکال دیا گیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اولیا کے لئے خاتمہ بالخیر لازمی ہے اور وہ ولایت کو نبوت پر فضیلت دیتے تھے۔

www.KitaboSunnat.com